



URDUBooks®

ڈیلی اردو بکس
تجدیدِ عمر

عالیہ حسرا

آنکھوں میں آنسو تھے، وہ اونچے نیچے بنے فٹ پاتھ
پر چل رہی تھی، آنسوؤں سے راستہ بھی دھندلا رہا تھا۔ کچھ اچھا
نہیں لگ رہا تھا۔ دل میں بے چینی ویسے قراری تھی۔
”اُف اللہ.....!“ سردرد سے پھٹ رہا تھا۔
آنسوؤں نے رستہ دیکھ لیا تھا۔ رخسار سے پھسل کر زمیں
بوس ہو رہے تھے۔

”میں کیا کروں؟“ اُمی نے بیچارگی سے سوچا۔
”اللہ کو یاد کرو ہر حال میں۔“ بی جان کہتی تھیں۔
”بے سکون دل کو اللہ کے ذکر سے ہی قرار ملتا
ہے۔“ وہیما سانس جیسے وجود سے نکلایا۔

اس نے سراٹھایا۔ سامنے بڑا سا بورڈ لگا تھا جس
پر معروف اسکالر ڈاکٹر عبدالرحمن کا نام نمایاں تھا ساتھ

”ہونہہ..... میں بیوی ہوں نوکرانی نہیں.....
خدمت گار بنا کر نہیں لائے تھے مجھے..... میرے اپنے
بچے ہی کافی ہیں..... خدمت کروانے کے لیے.....“
زہرہ نے نخوت سے منہ پھیرا اور کچن کی جانب چل دی
کہ اچانک دروازے کی کھٹکی بجی۔
”آف..... اب کون.....؟“ اسے جا کر دروازہ
کھولنا پڑا۔

”چل رہی ہو.....؟“ سامنے صالحہ کھڑی تھی۔
”کہاں.....؟“
”ایڈمی..... ڈاکٹر پروفیسر عبدالرحمن کا لیکچر
ہے، سنا ہے بہت اہم ہے۔“

”سارے لیکچر اہم ہی ہوتے ہیں، پر ہمارے کس
کام کے..... کوئی حاصل نہ وصول.....“ اس نے سر جھکا۔
”کوئی حاصل، وصول ان کے لیے ہوتے ہیں
جو لالچ و طمع رکھتے ہیں، ان کے لیکچر ہمیں بتاتے ہیں کہ
زندگی اصل میں کس طرح گزارنی چاہیے۔“
”ہونہہ بھئی سولیا، کھالیا، پی لیا، شاپنگ کر لی یہی
زندگی ہے۔ اور زندگی ہمیں گزار رہی ہے۔ بس کام ہی
کام، کام.....“

”ہر کام میں اعتدال و توازن ہوتا ہے، مگر یہ
تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا..... چلتی ہو یا میں جاؤں؟“
زہرہ نے پیچھے گھر پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔

”چلتی ہوں..... گھر میں بوریت ہی ہوگی بچے
دادی کے ساتھ پھپھو کے گھر گئے ہوئے ہیں۔“ اس نے
جلدی، جلدی چادر اوڑھی، گھر کی چابی اٹھائی اور صالحہ
کے ساتھ فلیٹ کی سیڑھیاں اتر گئی۔

ان کا سفر اسلامک ایڈمی کی جانب تھا جہاں
معروف اسکالر ڈاکٹر عبدالرحمن نے اہم لیکچر دینا تھا جس
کے لیے انہوں نے پمفلٹ بھی چھپوائے تھے۔ اور پوری
بلڈنگ والوں میں بٹے تھے اور داخل دروازے پر بھی
چسپاں کیے گئے تھے۔

☆☆☆

پکی آبادی کا معمولی سا مکان تھا۔ بشری چولہے

ہی تیر کے نشان پر نظر کی اس نے بے اختیار اپنا رخ
موڑا..... ذرا سا آگے چلی اور پھر بلڈنگ کی سیڑھیاں
چڑھ گئی۔ اور پہلی منزل پر لگے پورڈے کے پاس رک گئی۔
لکڑی کا متش دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ وہ اندر داخل
ہو گئی۔ ایک معطر جھونکے نے اس کا استقبال کیا تھا۔

☆☆☆

”کیسی ناقص العقل عورت ہو۔ کسی بات کی تیز
ہے تمہیں، کوئی ادب و احترام ہے..... شوہر کے حقوق کا
کچھ نہیں پتا۔ بس زبان کتر، کتر چلاتی ہو.....“ محسن
خشمگین نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

”بس فرمائش کرتی ہو، میری ماں تم سے سنبھالی
نہیں جاتی..... شرم کرو..... اگر میری طرف سے کوئی
شکایت ہے بتاؤ.....“

”ہاں نہیں ہوتی مجھ سے تمہاری ماں کی خدمت،
میں کوئی ملازمہ نہیں ہوں..... اگر تم مجھ پر خرچ کرتے
ہو تو یہ تمہارا فرض ہے۔“
زہرہ..... منہ در منہ زبان درازی کر رہی
تھی۔ محسن کو سخت طیش چڑھ رہا تھا۔

”مجھے ہمیشہ سے زبان چلاتی عورتیں سخت بری لگتی
تھیں، اپنا قصور ہوتے ہوئے بھی اپنا قصور نہ ماننا، ہر
بات جھٹلانا..... جانے کیا سوچ کر امی نہیں بیاہ لائیں۔
دو کوڑی کی عورت ہو تم.....“ محسن نے آج آئینہ دکھانے
کا فیصلہ کر لیا تھا یا تو اس عورت کو سدھرنا ہو گیا پھر دوحرف
بجھج دے گا۔ کیا فائدہ ایسی خوب صورتی کا جس میں ہٹ
دھری ہو..... نام کا سلیقہ، تہذیب، شائستگی نہیں۔

کئی دن سے وہ زہرہ کی حرکتیں نوٹ کر رہا تھا۔
وہ مسلسل اس کی ماں کو کونفر انداز کر رہی تھی۔ اور یہ اس
کی برداشت سے باہر تھا۔ امی کون سا ہمیشہ اس کے
ساتھ رہتی تھیں۔ کچھ دن کو آتی تھیں وہ بھی اسے کھلتا
تھا۔ مگر اب تو حد ہی کر دی تھی۔

”اب تو کچھ علاج کرنا پڑے گا۔“ بڑ بڑاتے
ہوئے اس نے اپنا لپ ٹاپ بیگ اٹھایا اور باہر نکل گیا
تاہم ٹپٹے، ٹپٹے دھاڑے دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

ہے۔ دادی کا انتقال ہو گیا، روک ٹوک میں وہی سب سے زیادہ بری لگتی تھیں۔ اب وہی یاد آتی ہیں۔ میں تو کہتی تھی کہ وہ دنیا سے چلی جائیں۔ ”بشری! آبدیدہ تھی۔“

”اچھا بتا تو کیوں آئی ہے؟“

”ہاں، وہ میں یہ کہنے آئی تھی کہ ہماری طرف ایک اکیڑی کھلی ہے صالحہ باجی نے یہ پھیر دیا ہے کوئی بہت پڑھے لکھے استاد ہیں ڈاکٹر عبدالرحمن نام ہے وہ کلاس لینے ہیں۔ صالحہ باجی نے کہا ہے کہ تم اور بشری ضرور آنا۔ اور بھی محلے کی لڑکیوں کو کہا تھا انہوں نے۔“ زینب نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

”صالحہ باجی کہہ رہی تھیں کہ بہت ضروری ہے۔ اور آج کل لوگوں کو ایسی ہی کلاسوں کی ضرورت ہے بہت زور دے رہی تھیں۔“ بشری اس کی شکل دیکھنے لگی۔

”اچھا روز ہوتی ہیں کلاسیں؟“

”نہیں، نہیں ہتے میں بس ایک دن، وہ پروفیسر ہیں نال جگہ، جگہ جاتے ہیں۔“

زینب اسے تفصیل سے بتا رہی تھی۔

بشری کو اٹھنا پڑا۔ ابا سے اجازت لے کر وہ زینب کے ساتھ چل دی تھی۔ ساتھ ہی بھائی کو چوہا برتن سمیٹنے کا کہنا نہیں بھولی تھی۔ زینب اس کے انداز پر غور کر رہی تھی۔

☆☆☆

اس نے بہت تیزی سے نماز ادا کی سلام پھیرا۔ جلدی، جلدی دعا مانگی اور مسجد سے باہر آ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ نماز میں بس اتنا ہی دل لگا کر فرض ادا کیے اور مسجد سے باہر۔ گھر میں پریشانیاں بڑھ رہی تھیں اس کی نوکری ختم ہو گئی تھی۔ تین بچے، بیوی، امی، ابو، چھوٹی دو بہنیں، ایک چھوٹا بھائی، اخراجات رکستے نہیں ہیں، ابو ایکسٹریشن تھے بھی کھار کام کرتے تھے۔ بھائی بھی نوکری کر رہا تھا اور ادھر دو ماہ ہو گئے تھے اسے نئی نوکری نہیں مل رہی تھی۔ اس کے اندر سخت چڑچڑاہٹ آ گیا تھا۔

اب تو کسی چیز میں دل نہیں لگتا کیا خودکشی کر لے۔ دور نہیں بھاگ جائے۔ حالات سے راہ فرار

کے پاس بیٹھی راگہ کرید رہی تھی ساتھ، ساتھ آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ آج اس نے اپنی بھابی کے ساتھ بہت زیادتی کی تھی۔

بھائی کے سامنے جھوٹ بولا تھا۔ ”بھابی کوئی کام نہیں کرتی سارا کام وہ کرتی ہے اور بھابی چارپائی توڑتی ہے۔“

بھائی نے بھابی کو سخت ست سنائی تھی۔ اب بھابی رورہی تھی۔ ساتھ ہی واشنگ مشین لگائی ہوئی تھی۔

بچی دروازہ بجا اندر کمرے سے ابانے آ کر کندھی کھولی۔ باہر زینب کھڑی تھی۔

”آؤ، آؤ۔۔۔۔۔“

”چچا، بشری ہے؟“

”ہاں، روٹی ڈال رہی ہے آ جاؤ۔۔۔۔۔“

وہ اندر آ گئی۔

بشری نے آہٹ پر سر اٹھا کر زینب کو دیکھا اور پھر سر جھکا کر راگہ میں تنکا ٹھکانے لگی۔

”کیا ہوا؟“

بیڑی تھکیت کر وہ وہیں بیٹھ گئی اور بشری کا جائزہ لیا۔

”بول بھی۔۔۔۔۔“ اس نے بشری کی خاموشی کو نوٹ کیا۔ زینب نے اسے ٹھوکا دیا۔

”زینب گلتا ہے میں بہت جھوٹ بولنے لگی ہوں، میرے اندر خراب عادتیں پیدا ہو رہی ہیں، لگائی بھائی، الزام تراشی، ضد اور خود سری میں یہ سب کرتی ہوں، بھائی کو غلط سلط باتیں بتا کر بھائی کو مار پڑواتی ہوں، میں کیا کروں۔۔۔۔۔ میں نے دس جماعتیں پڑھی ہیں مگر گلتا ہے میں بالکل جاہل ہوں۔۔۔۔۔ جیسے ڈراموں میں دکھاتے ہیں نال بس۔۔۔۔۔“ اس کے انداز میں شکستگی سی تھی۔

”ہاں ہمیں اپنی حالت خود سدھارنی چاہیے ناں، مجھے بھی گلتا ہے میں محلے والوں کی ٹوہ میں لگی رہتی ہوں۔“ زینب بھی سنجیدہ ہوئی اور اس نے بھی فوراً اعترافی بیان دیا۔

”پتا ہے کوئی روکنے ٹوکے والا سمجھانے والا نہیں

کرنے سے انکار کر دیا ہے۔“ وہ ارسلہ کو بتا رہی تھی۔
 ”اتنا اچھا ہے وہ کھاتے بیٹے گھر کا ہے، گھر اپنا
 ہے، ابو کو جانے کیا اعتراض ہے۔“ لبتی کو سخت غصہ تھا۔
 ارسلہ بھی کم جذباتی نہیں تھی۔

”میرا بھی کچھ ایسا ہی ارادہ ہے، سلیم کہہ رہا ہے
 کہ ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں، میں اٹھارہ سال کی
 ہوں..... اپنے بارے میں فیصلہ کر سکتی ہوں.....“

”اور کیا..... ہماری زندگی ہے، ہم جیسے چاہیں
 گزریں، اوہو.....“ لبتی نے ہٹ دھرمی سے سر جھٹکا۔
 ”لیکن سلیم یہ کہہ رہا ہے کہ کچھ زیور بھی لے کر
 آنا۔ کچھ رقم اس کے پاس ہے، گھر لینا ہو گاناں کرایہ کا،
 اور دوسرے اخراجات بھی.....“ ارسلہ نے اپنی آنے
 والی زندگی کی پلاننگ کر لی تھی۔

ارسلہ کو دیکھتے ہوئے لبتی کی آنکھیں چمکیں۔

”کیا ہوا؟“

”ایسا کرتے ہیں میں بھی تمہارے ساتھ مل جاتی
 ہوں کچھ زیور اور پرائز بوٹل میں بھی لے آؤں گی۔
 سلیم، کاشف تم اور میں مل کر ایک گھر کی بنیاد رکھتے
 ہیں، دونوں مل کر کرایہ دیں گے تو اتنا ہماری بھی نہیں
 پڑے گا۔“

ارسلہ اسے دیکھنے لگی۔ کہتی تو وہ ٹھیک تھی۔ سلیم
 اور کاشف دوست بھی تھے مان جاتے۔

”تم کاشف سے اور میں سلیم سے بات کرتی
 ہوں.....“ ارسلہ نے کہا۔

”ہوں..... بالکل.....“

”لبتی لبتی.....“ دور نے امبر آوازیں دے رہی تھی۔

”کیا ہوا.....؟“ دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

”آ جاؤ..... اکنا کس کا پیریز شروع ہو رہا ہے۔“

دونوں کھڑی ہو گئیں۔ ساتھ، ساتھ دونوں
 مستقبل میں ایک ساتھ رہنے کے لیے ایک ساتھ
 بھاگنے کی پلاننگ کر رہی تھیں۔ محبت سر چڑھ کر بول
 رہی تھی۔ نتائج سے بے پروا انجام سے بے خبر.....

سلیم نے توجہ سے ارسلہ کی بات سنی اور بھرپور

اختیار کر لے، اخراجات، ٹھکرات سے نجات کیسے مل
 سکتی ہے۔ اب تو نماز میں بھی دل نہیں لگتا۔ کتنی جگہ
 درخواستیں دیں انٹرویو دیے، ہر جگہ نو انٹری کا بورڈ تھا۔
 کہیں کوئی دعا قبول نہیں ہو رہی تھی۔ ایسے میں مایوسی
 کے بادل چھا رہے تھے۔

یقیناً معاشرے میں جرائم اسی وجہ سے بڑھتے
 ہیں۔ بڑھے لکھے نیچے ہاتھوں میں ڈگریاں لیے پھرتے
 ہیں اور نوکریاں نہیں ملتیں..... کاروبار کے لیے پیسے نہیں
 ہوتے۔ اور پھر وہ ناجائز کام کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔
 زندگی بہت مشکل ہو گئی تھی۔ اس کے اندر سے
 اچھے احساسات و جذبات ختم ہو رہے تھے۔ عجیب،
 عجیب خیالات دماغ میں آتے کہ زبردستی امیروں کو،
 پیسے والوں کو لوٹا جائے اور اپنی ضرورت پوری کی
 جائے۔ اور شاید یاپوں ہو کر وہ ایسا ہی کرتا۔

”اصغر..... اصغر.....“ جیسی چونک کر اس نے
 آواز کی سمت دیکھا۔ موسیٰ اسے پکار رہا تھا۔
 ”ہاں پولو.....“ سیدھا ہو کر بیٹھا۔
 ”میرے ساتھ ایک جگہ چلو گے.....“ وہ قریب آیا۔

”مگر.....؟“ اصغر نے پوچھا۔
 ”چلو تو آنا.....“ ٹائم کم ہے۔“ اس نے گھڑی دیکھی۔
 اصغر، سر اٹھا کر غائب دماغی سے اسے دیکھ رہا تھا۔
 موسیٰ نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ اور موسیٰ اسے کھینچتا
 ہوا آگے بڑھ گیا۔ پیچھے، پیچھے وہ گھسٹتا جا رہا تھا۔

عقب میں مسجد سے اذان کی آواز بلند ہو رہی تھی۔
 موسیٰ اسے دیکھتا ہوا اذان کے الفاظ دُہرائے
 لگا۔ ناچار مجبوراً جبراً وہ بھی لفظ ادا کرنے لگا۔ بے دلی
 سے، بے رغبتی سے عدم دلچسپی سے۔

☆☆☆

وہ دونوں کالج کے گراؤنڈ میں بنی سیرھیوں پر بیٹھی
 تھیں۔ ایک کا چہرہ غم و غصے کی تقریر تھا دوسرے کے
 چہرے پر افسردگی تھی۔ دونوں کا مسئلہ عشق تھا۔
 ”میں نے بس سوچ لیا ہے میں کاشف کے
 ساتھ بھاگ جاؤں گی، ابو نے کاشف کا رشتہ قبول

سامان لے کر آتیں پہلے جا کر نکاح کرتے اور پھر منتخب شدہ گھر میں جا کر رہنے لگتے۔ اس بات سے بے خبر کہ پیچھے ان کے گھر والوں پر کیا گزرتی۔

والدین کی محبت، چاہت، لگاؤ، تحفظ کو ٹھوکر مار کر انہوں نے اپنے تئیں خوش رہنا تھا۔ اور پھر ارسالہ نے پہلے کی، وقت سے پہلے وہ گھر سے بھاگ نکلی۔ اپنے ساتھ اپنے والدین کی جمع پونجی..... بہن کا زیور اور شادی شدہ بہن کا بھی زیور بھی جو ان کے گھر میں ہی رکھا تھا ساتھ لے آئی تھی۔

”پہلے ہم نکاح کریں گے اور اگر بعد میں کوئی ہمیں پکڑ بھی لے تو نکاح ہمیں جدا نہ کر سکے۔“ ارسالہ نے کہا۔

”فوری نکاح؟“ سلیم نے تذبذب سے دیکھا تھا۔

”ہاں ناں.....“
”مگر یار پہلے گھر تو کر لیں..... ایک مکان لے

تائید بھی کی۔ اخراجات کی تقسیم و تفریق زندگی کو آسان بنا دے گی۔

کاشف معنی خیزی سے ہنسا تھا۔

”ایک پتھ دو کاج..... ہا ہا ہا.....“

”بس..... ٹھیک ہے دور دراز علاقے میں گھر دیکھنا۔ دو کمروں کا..... بلکہ اس سے بہتر ہے کہ ہم یہ شہر ہی چھوڑ دیں۔ بھائی نے بعد میں پکڑ لیا تو خیر نہیں..... گولی مار دے گا۔“ ارسالہ ادھر ادھر دیکھ کر پروگرام بنا رہی تھی۔

”میں دیکھتا ہوں.....“ سلیم نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر آئی ہوئی لٹکان کے پیچھے کی۔

”تم پیسوں کا انتظام کرو..... گھر کا ایڈوائس، فرنیچر وغیرہ..... سب کرنا ہوگا۔“ کاشف باہر نکلا اور سیل آن کر کے لٹی کا نمبر ملا یا۔ وہ بے قراری سے انتظار کر رہی تھی۔ پہلی بیل پر ہی فون اٹھایا۔

کاشف اسے سارا پروگرام بتانے لگا۔ بس دن، تاریخ طے کرنا تھا۔ گھر کا انتظام ہو جاتا تو دونوں پتہ لیں.....

ریگ روالاں

اس دوشیزہ کے عزم و حوصلے کی طویل سرگزشت جس نے ایک عالم کو چونکایا۔ جہد مسلسل کی ایک ناقابل فراموش داستان۔ ان لہو رنگ واقعات کو کہانی کی شکل دی ہے

ساحر فہم غلام قادر ہے

سرگزشت شمارہ مارچ 2023ء ابھی سے نزدیکی ایک سال پر مختص کر دیں

گا، کاشف کہہ رہا ہے کل ہی نکاح کریں گے۔ ہم تمہارے پاس ہی آرہے ہیں۔“ فون بند ہو گیا۔

اندر ہی اندر کچھ ہورہا تھا، امی، ابو، بہن، بھائیوں کو چھوڑنا..... جمع پونجی تک چرا کر لے آنا..... کیا تھا اگر وہ میری شادی کر دیتے۔ پھر میں بھی خود غرض ہو گئی۔“

آذر کا فلیٹ اچھا خاصا ڈیکوریٹ تھا آذر گاؤں گیا ہوا تھا۔ یہاں وہ پڑھنے کے لیے آیا ہوا تھا۔

سلیم فلیٹ پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔

”کچھ دن یہاں رہا جائے۔ نکاح کے نام پر ہی سبھی عیاشی سے دن گزارے جائیں..... ہاتھ تو لمبا مار ہی لیا ہے۔ اچھی خاصی موٹی آسامی ہیں دونوں.....“ وہ زیر لب ہنسا۔

معاشرے میں یہی کچھ ہورہا ہے۔ آج کل عیاشی نوجوانوں کے لیے سہولت سے عیاشی کی زندگی گزارنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہی ہے وہ کم عمر لڑکیوں کو محبت کے نام پر چھرا کر اپنے قریب کرتے ہیں پھر انہیں گھر سے بھانکے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ معصوم لڑکیاں، محبت کے قریب میں مبتلا ہو کر انھیں بند کر کے ہر قدم اٹھا لیتی ہیں۔ اپنے محبت کرنے والوں سے بے پروا ہو جاتی ہیں۔ یہ لڑکیاں جب اپنی جمع پونجی محبت کے نام پر ان کے حوالے کر دیتی ہیں تو پیچھے کیا رہ جاتا ہے لڑکی اور ارسلہ کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔

کاشف نے تمام رقم لٹی سے لے کر اپنی پاس سنبھال لی۔ ارسلہ نے کچھ رکھا اور کچھ سلیم کو دے دیا۔

”کاشف ہم یہاں کچھ دن نہیں رہ سکتے۔“ لڑکی کو فلیٹ بہت اچھا لگا۔

”ہاں رہ سکتے ہیں جب تک ہمیں مکان نہیں مل جاتا۔ آخر ہمیں جانا تو ہوگا۔“

”فلیٹ بہت پیارا ہے۔“ ارسلہ بھی ہموں آتی۔

”سلیم کھانے آیا۔“

”نکاح ابھی نہیں ہو سکتا مولوی بیمار ہیں اور آذر پرسوں آنے کا گواہ بھی ساتھ لائے گا۔“

”مگر میں ساری کشتیاں جلا آئی ہوں..... ہمیں آج ہی نکاح کرنا ہے، مکان تو تم نے دیکھا ہے جا کر ایڈوانس دے دیں گے، کچھ سامان لے لیں گے اور بس.....“ ارسلہ کا پروگرام طے تھا۔

”اور یہ لڑکی.....؟“

”اس نے کاشف کو برا نر بوند دیے ہیں تقریباً ڈیڑھ دو لاکھ کے۔ کاشف کیسے کروائے گا پھر آجائے گی وہ دراصل.....“ سلیم نے اچھا کہہ کر سر پر ہاتھ پھیرا.....

”کاشف بازی لے گیا تھا۔ اور..... یہ سب کچھ ساتھ لائی تھی۔“

ان دونوں کے پلان میں نکاح کرنا شامل نہیں تھا ان کو بلو اکرم قیصر وصول کرتے اور انہیں آگے بچھ دیتے، دونوں خوب صورت تھیں..... اچھے دام مل رہے تھے۔

”اب.....“ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

کاشف کا نمبر ملایا۔ بند تھا۔ وہ اسے لے کر دوست کے فلیٹ پر گیا۔

”سلیم..... پہلے نکاح.....“

”یار..... وہ چننی کر لیں گے..... پہلے لڑکی اور کاشف کو تو آنے دو..... دونوں نکاح ساتھ ہی ہوں گے.....“ اس نے سمجھایا۔

”تم پیسے تو دو..... میں ایڈوانس دے کر آؤں۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں بھی ساتھ چلوں گی۔ مجھے اکیلے نہیں رہنا یہاں..... وہ گھبرا گئی۔

”یار اکیلے تو اب ساری عمر رہنا ہوگا۔ گھبرانا کیسا؟“ پیار سے تسلی دی۔

”میں لڑکی سے بات کرتی ہوں.....“ وہ لڑکی کا نمبر ملانے لگی۔

”سلیم اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

”بہت اچھے دام لگائے تھے کسی ریشم زاوے نے..... آم کے آم گھلیوں کے دام.....“ سلیم ہنسا۔

”ہاں لڑکی کہاں ہو.....“

”وہ میں کاشف کے ساتھ ہوں..... کاشف کہہ رہا ہے ابھی گھر کا انتظام نہیں ہوا۔ وہ کل تک مکان طے

ہماری زر خرید، باندی ہو، ہمارا کام ہی یہی ہے کہ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کو کال گرل بنانا..... امیروں کے بیڈروم کی زینت بنانا اور پیسے کھرے کرنا۔ عزت کا خیال تمہیں گھر سے بھاگتے وقت نہیں آتا۔ اسحاق، سفاکی سے بول رہا تھا۔

ارسلہ گنگ ہوئی۔

”دیکھو تم ایسا مت کرو، ہمیں جانے دو۔“ اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

”کیوں، کیوں جانے دیں۔“ وہ پہلو میں آ بیٹھا۔

”ہم یہاں تمہیں تحفظ دینے نہیں آئے۔ تمہیں استعمال کرنے آئے ہیں۔ تمہیں بکاؤ مال بنائیں گے، محبت کے نام پر چار لڑکیاں اور آرتی ہیں بھاگ کر گھروں سے۔“ ارسلہ کانپ رہی تھی۔

”اب پیچھے جانے کا راستہ نہیں، آگے منزل نہیں چپ چاپ گھر جو کھرہا ہوں بس کرتی جاؤ۔“ وہ آگے کھوا۔

ارسلہ پورے ہوش میں تھی، اچھل کر پیچھے ہوئی۔

”یہ نہیں ہو سکتا..... میں خود کو مار لوں گی۔“ وہ قہقہے لگانے لگا۔

کوئی جائے فرار، کوئی تحفظ گاہ نہیں تھی۔ یہ ان کا اپنا منتخب کیا ہوا راستہ تھا۔ محبت کے نام پر..... اب کیسی محبت، کیسی حاجت..... ایک ذلت آمیز زندگی..... ان کے سامنے منہ کھولے کھڑی تھی۔

”یہ سب ماں، باپ کے دل دکھانے کی سزا تھی۔ گھر سے بھاگنے کی سزا تھی۔ انہیں اب ان کے گھر والوں نے قبول کرنا تھا اور نہ ہی اس معاشرے نے۔

کاشف اور سلیم ان سے سب سمیٹ کر عیاشی کی زندگی گزارتے ہوئے ایک اور کم سن حسینہ سے محبت کی پینٹیں بڑھا رہے تھے۔

اور پھر ایک دن وہ وہاں سے بھاگ نکلیں اور دارالامان میں آکر پناہ لی۔ یہ ہی پناہ تھی گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کی والدین کی عزت کو سوا کر کے پیروں تلے روند کر یہی جانے پناہ ان کا نصیب تھی۔ یہاں کی اونر بیگم شائستہ اکرام اللہ نے معروف اسکالر ڈاکٹر.....

سلیم نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔

کاشف نے لٹنی کو دیکھا اور ارسلہ گھرائی۔

”اب گھبرانا کیسا..... ہم دونوں ساتھ ہیں آج نہیں تو کل ہمارا نکاح ہو جائے گا۔“ سلیم نے نسلی دی۔

”اور محبت میں اتنا تو بنتا ہے۔“

کاشف نے سلیم کو آنکھ ماری۔

جب شروعات ہی ناجائز ہو تو کیسے کچھ جائز ہو سکتا تھا۔ یوں دونوں نے محبت کے نام پر خود کو اپنے عاشقوں کے حوالے کر دیا اور ان حرص و ہوس کے پجاریوں نے بھر پور فائدہ اٹھایا۔

کیسا نکاح، کہاں کی شادی..... چار دن گزر گئے۔ یا پنجویں دن دونوں ان کا مال و اسباب سمیٹ کر فرار ہو گئے۔ صبح کی تاریکی کیا ہوتی ہے ان پر کھل چکا تھا۔ دونوں ہٹا بٹا بیٹھی تھیں۔

تیل بجی..... ارسلہ نے بھاگ کر دروازہ کھولا۔

دو لمبے بڑنگے، آدنی اندر آتے چلے گئے۔

”آپ.....“ لٹنی گھبرائی۔

”میں، اسحاق اور یہ اویس.....“ وہ بڑے آرام سے اندر آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔

”کون ہو تم لوگ..... کاشف کہاں ہے؟“

”اور..... سلیم.....“

”وہ دونوں..... تمہیں ہمارے حوالے کر کے جا چکے ہیں، بہت بڑی قیمت دی ہے تم لوگوں کی۔“ ارسلہ غش کھا کر صوفے پر گر پڑی۔ لٹنی کے حواس بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ خوف کی راک لہر دونوں کے جسم میں اترتی چلی گئی۔

اتنا بڑا دھوکا، اتنا فراڈ..... محبت کے نام پر وہ نادان اس بات سے بے خبر تھیں کہ دھوکا اور فراڈ محبت کے نام پر ہی تو ہوتا ہے۔

”نہیں، تم لوگ ایسا نہیں کر سکتے۔“ لٹنی نے حواس قائم رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔ اور ساتھ ہی ارسلہ کو بھی پانی کے چھینٹے مار کر اٹھایا۔

”کیوں.....؟“ لاکھوں میں خریدا ہے۔ اب تم

طرح لیتے ہیں۔ ساتھ لے کر چلتے ہیں یا گھر پر ایک ملازمہ کی حیثیت دے کر۔“ حسام کو فصیح کا موقف، غم نہیں ہو رہا تھا۔

”یہ تو خود غرضی ہوئی ناں.....؟“
”خود غرضی کیسی ہم اس کی ضرورتیں پوری کر رہے ہیں، ایک گھر کا تحفظ دیتے ہیں اور اسے کیا چاہیے۔“ فصیح ہنسا۔

”اور ہم جہاں چاہیں باہر منہ مارتے رہیں۔ نہیں فصیح یہاں پر غلط ہو، جب ہم اپنی بیوی سے محبت کرتے ہیں اپنے سارے حقوق اس سے مانگتے ہیں تو ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اس کے حقوق رد کریں اپنے فرائض کا خیال رکھیں۔ وہ اپنا گھر، والدین، بہن، بھائی چھوڑ کر آتی ہے۔“ حسام اسے کنوئیں کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر فصیح بیوی کے حقوق اور شوہر کے فرائض سے کنوئیں ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس کی ترجیحات دوسری نوعیت کی تھیں بیوی اس کے لیے یوں جیسے قوتی تسکین اور آرام ہاں، بیوی سے وہ مکمل گھر بیلو آرام کا ماحولی تھا۔ حسام کو اس کی سوچ پر بہت افسوس ہوا۔ فصیح کی نظر میں بیوی ایک باندی..... بالآخر مزہ سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ اسے اس بات کی خبر نہیں تھی کہ اچھی بیوی ہی دل کا سکون و راحت ہے اور شوہر کے ایمان کی محافظ بھی۔ ”مجھے تو افسوس ہے حسام، تم کیسے ایک لڑکی کے ہو کر رہ رہے ہو..... دن رات کا ساتھ، فون پر پہرے داری، کوئی دوستی یاری نہیں..... اوہو.....“ اس نے تاسف سے اسے دیکھا۔

”انسان کو جس سے محبت ہوتاں وہ اسی کا ہو کر رہتا ہے۔ میرے پاپا آج تک ماما سے پہلے دن والی محبت کرتے ہیں نہ صرف محبت بلکہ ان کو عزت اور مان دیتے ہیں۔ مگر تم محبت کو کسی اور معنوں میں لیتے ہو یہ تمہارا تصور نہیں ہے شاید تربیت کا قصور ہے، تمہارے دوستوں کی صحبت کا قصور ہے، تم نے اپنے والدین میں وہ محبت نہیں دیکھی جو ایک ازدواجی زندگی کا خاصہ ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کا خیال

بخور الرحمن کا لیکچر سننے کے لیے جن چند لڑکیوں کو منتخب کیا ان میں لبتی اور ارسلہ کا نام بھی شامل تھا۔ یہ لوگ توجہ سے جا کر ان کا لیکچر سنیں اور ادارے کی تمام لڑکیوں کو آکر درس دیں۔ بتائیں، سنا سنیں ارسلہ اور لبتی نے دکھ و کرب سے اپنا دل تمام لیا۔ کاش ان کے ساتھ یہ سب نہ ہوا ہوتا۔

☆☆☆

”بس یار میں بیوی کو اتنی ہی اہمیت دیتا ہوں جتنی کہ مجھے ضرورت ہے، میں سر پر نہیں چڑھاتا..... تیری طرح سے..... ہر وقت اس کی خاطر و خدمت میں نہیں لگا رہتا ہوں۔“ فصیح نے طنز یہ نگاہ..... حسام پر ڈالی۔ دونوں آفس کو لگے تھے۔ حسام کی بیگم کا بھی فون بند ہوا تھا۔ تقریباً دس گھنٹہ منٹ کی گفتگو کی تھی۔ ”کیا مطلب.....؟“ سادگی سے اس کی طرف دیکھا۔ ”مطلب یہ کہ بیوی کو زیادہ توجہ دو..... زیادہ اہمیت دو..... پھر وہ ہمارے سب حساب کتاب کی مالک ہو جاتی ہیں۔ دن رات کا حساب کتاب رکھتی ہیں، کتنے گھنٹے آفس میں..... کتنے گھنٹے دوستوں میں اور کتنے گھنٹے ہم گھروالوں کو دیے۔“

”بھئی تو ظاہر ہے بیوی ہوگی تو فکر بھی کرے گی۔ تیرے آنے جانے کی..... کھانے پینے کی..... فون کا لڑکی تری صحت کی۔“ حسام مسکرایا۔ ”بیوی ہونے کا فریضہ اور مطلب یہی ہے۔“

”بھئی میری نظر میں نہیں.....“ فصیح سنجیدہ تھا۔

”یعنی.....“

”یعنی یہ کہ.....“ فائل بند کر کے دونوں بازو فائل پر ٹکا کر اس نے آگے ہو کر حسام کو دیکھا۔

”یعنی یہ کہ ہماری اپنی بھی ذاتی لائف ہے۔ دوستیاں ہیں۔ بیوی کو بس اس کی اوقات میں ہی رکھنا چاہیے۔“

”فصیح جب کسی بندے کی شادی ہو جاتی ہے ناں تو ہمیں بیوی کے روپ میں ہی سب کچھ مل جاتا ہے۔ اچھا رفیق، اچھا دوست، اچھا ساتھی، اچھی بیوی مقدر سے ملتی ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم بیوی کو کس

اک ذات

جب پیار کیا تھا تب
یہ نہ سوچا تھا کہ
اس میں جینا بھی دشوار ہو جائے گا
پل، پل بدلنے روپ دیکھتے پڑیں گے
چاہتوں کے بدلے نفرت گلے کا ہار بنے گی
خوشیوں سے چمکتی آنکھوں میں
درد بھرے آنسو بھی جھللائیں گے
کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ
اک ذات صرف اک ذات کی خاطر
ہمیں کیا، کیا نہ پہنا پڑے گا اور
وہی اک ذات جب
دوسروں کی خاطر ہمیں
دکھ دے تو ہمارا جینا
سزا ہو گا یا جزا؟

شاعرہ: نجمہ جبار

پیشہ: فہمیدہ جاوید، ملتان

غزل

تم سے ملنے کی آس رہتی ہے
تم سے مل کر بھی پیاس رہتی ہے
وہ فقط تیری یاد ہے جاناں
دل کے جو آس پاس رہتی ہے
تو مقید ہے اس طرح دل میں
جیسے پھولوں میں باس رہتی ہے
میرے دل کے مکان میں اب
شخصیت کوئی خاص رہتی ہے
تیری قربت مجھے میسر ہے
روح پھر بھی اداس رہتی ہے
تیری فرقت کی گھڑی میں بھی
طبیعت جانے کیوں اداس رہتی ہے

کلام: نعیمہ آصف خان، ملتان

رکھنے والی محبت۔“ حسام جذباتی ہو گیا تھا۔
”تمہیں زبردست اصلاح کی ضرورت ہے،
میں ہر ہفتہ مونیٹنگل اسپیکر ڈاکٹر عبدالرحمن کا لیکچر سننے
جاتا ہوں، اب کی بار تمہیں بھی لے کر جاؤں گا۔“
صبح بس بنس دیا۔
حسام ملال رنگ سے اسے دیکھتا رہا۔
صبح چمکا گھڑا تھا اس پر اس کی بات کا اثر نہیں
ہونے والا تھا۔

☆☆☆

مازیل کی سفید سیڑھیاں چڑھ کر لکڑی کا منتقل
محرابی دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی، اسے سی کی
ٹھنڈک نے اس کا استقبال کیا۔
پورے ہال میں کرسیوں پر براجمان لوگ
عقیدت بھرے انداز میں ڈانس کی جانب دیکھ رہے
تھے۔ مشہور و معروف نعت ”سجدہ“ ڈیک کے ذریعے
پورے ہال میں سنی جا رہی تھی۔

وہ دھوپ میں چمکی زمینوں پر سجدے
سفر میں وہ گھوڑوں کی زینوں پر سجدے
وہ صحرا بیاباں کے سینوں پر سجدے
علاقت میں سجدے مصیبت میں سجدے
وہ فاقوں میں، حاجت میں، غربت میں سجدے
وہ جنگ و جدل میں حراست میں سجدے
لگا تیر زخموں کی حالت میں سجدے
وہ غاروں کی وحشت میں پُر نور سجدے
وہ خنجر کے سائے میں مسرور سجدے
وہ راتوں کو خلوت سے معمور سجدے
وہ لمبی رکعتوں سے معمور سجدے
وہ سجدے محافظ مددگار سجدے
فروا کی توجہ حمد کے لفظ، لفظ پر مرکوز تھی حمد خواں کی
آواز و انداز بھی پُر لطف تھا۔

غموں کے مقابل عزادار سجدے
نجات و بخشش کے سالار سجدے
جھکا سر تو جنت ہیں تلوار سجدے

اصغر، موسیٰ کے ہاتھ کے دباؤ کو محسوس کر کے کلام کی جانب متوجہ ہوا۔

وہ سجدے کے شوقین نمازی کہاں ہیں؟

زمین پوچھتی ہے..... نمازی کہاں ہیں؟

پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔

محروف اسکا لورڈ اکثر عبدالرحمن ڈاکس کے عقب

میں آکھڑے ہوئے۔ ٹرنکڈس، پرنور ہارلش چہرہ.....

مائیک آن ہوا اور ان کی گیمبر آواز مائیک کے ذریعے

فضا میں ابھری اور سامعین و حاضرین کے کانوں میں

اترنے لگی۔

”زندگی..... اور زندگی سے خاطر خواہ لطف اندوز

ہونا، بھرپور فائدہ اٹھانا فی الواقع کامیاب زندگی گزارنا

ہمارا اور آپ کا حق ہے۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہوتا ہے

جب ہمیں زندگی کی اہمیت کا احساس ہو، اس کے مقاصد

جانتے ہوں۔ کامیاب، کامران زندگی کے اصول و

آداب سے واقف ہوں، آداب زندگی، آداب

معاشرت کے اصول اپنائیں۔ آپ کو معلوم ہے اسلامی

طرز حیات کے دلکش خدوخال سب سے بہترین طرز

معاشرت ہے جس سے ہم غافل ہیں جنہیں ہم اپنی

زندگی میں اپناتے نہیں ہیں۔ اور پھر گول ناگوں پر

یشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسلام بہترین طرز

معاشرت کا درس دیتا ہے۔ ایک مکمل ضابطہ حیات دیتا

ہے۔ ادب، سلیقہ، وقار، شائستگی، پاکیزگی، تمیز و تہذیب،

ترتیب و منتظم، درگزر، ایفائے عہد، ادب و لحاظ، عالی

ظرفی، ہمدردی، خیر خوبی، نرم خوئی اور شیریں کلام،

تواضع، انکساری، رواداری، بے غرضی..... فرض شناسی،

توکل، خدا ترسی، قناعت، صبر و استقامت، معاملہ فہمی،

ایک لمبی فہرست ہے ان آداب و قواعد کی ان چیزوں کو ہم

اپنی زندگی میں بھلا کتنا شامل کرتے ہیں؟ ہم سب اپنی

جگہ سوچیں تو.....“ انہوں نے حاضرین کو محفل پر نگاہ کی۔

”آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، ان اصول و

ضوابط کو ہم اپنی زندگی میں شامل کر لیں تو ہماری زندگی

میں سکون و اطمینان ہو، اگر ایک مومن کے فرائض اور

فضیلتوں سے ہم آگاہ ہو جائیں تو کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ اور آخرت بھی سنوار سکتے ہیں۔“ اور وہ لمحہ بھر کور کے۔

”ادب و آداب کو آج ہم نے اپنی زندگی سے

خارج کر دیا ہے تہذیب و تمدن بھول گئے ہیں۔ جس

طرح سے ایک محفل کے محفل کے نشست و برخاست

کے آداب ہوتے ہیں۔ اٹھنے، بیٹھنے، بات کرنے کی

تمیز و تہذیب وغیرہ حتیٰ کہ عبادت کے بھی آداب

ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ہم نماز تو پڑھتے ہیں ہماری

دعائیں قبول نہیں ہوتیں، کیوں؟ وہ اس لیے کہ ہم جلد

بازی میں نماز پڑھتے ہیں ایک کے بعد دوسرا سجدہ

کرتے ہیں..... دعائوں مانگتے ہیں گویا احسان ہو.....

میرے دوستو..... نماز سکون سے اس کے مکمل آداب،

واجبات اور مستحبات کے ساتھ ادا کریں..... ارشاد

نبوی ہے۔ ”جو شخص نماز سکون سے ادا کرتا ہے نماز بھی

اسے دعائیں دیتی ہے۔“ وہ ذرا رکے۔

”نماز کو مکمل وقت دیں، تسبیحات کو سکون سے

پڑھیں اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو مکمل خلوص نیت

اور توجہ سے مانگیں البتہ پاک رب کے سامنے مکمل

عاجزی کا اظہار کریں۔ آپ کو معلوم ہے غافل

نمازیں، غافل سجدے، منہ پر دے ماری جائیں گی۔“

ان کا انداز بیان دل و دماغ پر اثر کر رہا تھا۔

”اذان کو ساکت ہو کر شوق و توجہ سے سنیں، اس

کے پاکیزہ الفاظ کو ساتھ، ساتھ دہرائیں، آدھے مسئلے

ختم.....“ وہ ذرا رکے۔

”وضو مکمل سکون سے کریں، مسنون و دعائیں

پڑھیں۔ فرمان رسول ہے۔

”قیامت میں میری امت کی علامت یہ ہوگی ان

کی پیشانی ان کے اعضائے وضو نور سے چمک رہے ہوں

مگر بس جو شخص اپنے نور کو بڑھانا چاہے بڑھائے۔“

لمحہ بھر کو ہال میں خاموشی طاری ہوئی ڈاکٹر

عبدالرحمن نے رک طائرانہ نگاہ ہال کے اطراف میں ڈالی

سامعین مکمل توجہ سے ہمہ تن گوش تھے۔ انہوں نے چند

ہمیں معاف نہ کر دے اگر ہم مر بھی جائیں تو قبر کا عذاب ہے اور خیر کا عذاب..... استغفر اللہ.....“ راک جھر جھری سی سب کے وجود میں بھر گئی۔ نہ ب اور عائشہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے..... بھائی کا معصوم چہرہ ٹکا ہوں میں گھوم گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے نظر چرائی دونوں نے سوچا۔ ”کیسی گناہوں والی زندگی گزار رہے ہیں ہم.....“

”آپ جانتے ہیں آج کا نوجوان پریشان کیوں ہے..... بلکہ مایوس ہے۔ اس کے اندر صبر نہیں..... توکل نہیں..... فرائض کی ادائیگی سے بے پروا ہیں..... والدین نے ان کی کردار سازی نہیں کی..... ان کی بے جا ضدیں پوری کر کے خود مر..... اور بدلہ لانا دیا ہے انہیں مضبوط انسان بنانے میں کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ لڑکا اور لڑکی دونوں کی اخلاقی تربیت کی ضرورت ہے کہ آگے بہترین نسل معاشرے کے حوالے کر سکیں۔ ایک بات یاد رکھیں..... آج کی اچھی بیٹی کل کی بہترین بیوی اور اچھی ماں ہوگی۔“

”کیا میں اچھی بیٹی تھی؟“ یک بیک اسرسلہ اور لہتی نے ایک ساتھ سوچا۔ ”ہم نے والدین کی تربیت کا کتنا حق ادا کیا۔ اب کتنی محنت کرتے تھے ہم لوگوں کے لیے میں نے ان کی عزت اپنی خود غرضی کی جھینٹ چڑھا دیں۔“

”اُف.....“ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا دونوں ایک ہی کشتی کی سوار..... ایک ہی دکھ میں مبتلا تھیں۔

”آپنی کا زیور، امی کی کمیٹی کے پیسے، زیور، اُف کتنے گناہ گار ہیں ہم..... اور اس گناہ کے نتیجے میں ہی تو ایسی زندگی ملی۔ کاش..... میں نے کاشف کی محبت پر اس کی لفاظی پر بھروسہ نہ کیا ہوتا..... کاش مجھے عقل آتی۔“

لہتی کے آنسو، احساسِ ندامت سے تو اتر سے بہہ رہے تھے۔ انہوں نے ہال میں بیٹھے نوجوان لڑکے، لڑکیوں پر نگاہ کی۔

لحے دو گھونٹ پانی پینے کے لیے توقف کیا۔

”زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کو ہم کتنا اپنی زندگی میں شامل رکھتے ہیں صدقہ خدا کی راہ میں دیں خدا کی خوشنودی کے لیے دیں۔ احسان سمجھ کر مت دیں، دکھاوے کے لیے مت دیں اسی طرح دیں کہ دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ ذرا سے صدقے کا اجر بھی اللہ دے گا۔ مثلاً اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو مسکرا کر دیکھتا، پرندوں کے لیے باجرے، پانی کا اہتمام کرنا، کسی کو درست راستہ بتانا یہ بات بھی دوسروں کی زندگی کو سہل کرتی ہیں۔ اولاد کی تربیت کے آداب، چھوٹوں کی تربیت کے انداز..... مجھے آج کل کے والدین سے گلہ ہے، شکایت ہے، انہوں نے بچوں کی تربیت کرنا چھوڑ دی ہے۔ انہیں ادب و آدابِ زندگی خاص طور پر معاشرت اور حقوقِ زندگی سے روشناس نہیں کراتے۔ انہیں حقوقِ العباد سے آگاہ نہیں کرتے..... مکمل میڈیا کے حوالے کر دیا ہے۔ اپنی زندگی انجوائے کرنے کے لیے انہوں نے اپنے بچوں کو سہولیات تو دے دیں مگر تربیت نہیں کی۔ وہ محنت کے عادی نہیں ہوتے۔ انہیں حلال و حرام کی تمیز نہیں بتائی۔ دولت کے حصول کے لیے وہ چور راستے نکالتے ہیں اور معاشرے کا ناسور بننے ہیں۔“ ہال میں بیٹھنے کی لوگوں نے پہلو بدلا تھا۔

”والدین بھی قصور وار ہیں جو اولاد کی نیک تربیت نہیں کرتے..... پالنے کھلانے والا تو اللہ ہے..... شخصیت بنانے سنوارنے سجانے والے والدین ہیں اگر اولاد نا فرمان ہے تو اس میں اولاد کا قصور نہیں..... والدین نے انہیں آدابِ زندگی سے روشناس ہی نہیں کیا۔ یاد رکھیے میرے بھائیوں..... اور بہنوں..... میرے بچوں علم شعور کے بغیر بے اثر ہے۔ اعلیٰ تعلیم بغیر اخلاقی تربیت کے بیکار ہے۔ ہم بات بے بات جھوٹ بولتے ہیں، غیبت کرنا، قابلِ فخر گردانتے ہیں۔ بہتان کی تو ہماری زندگی میں اہمیت نہیں..... جب دل چاہا دوسرے کے سر پر کچھ بھی ٹھوپ دیا۔ یہ گناہ ہے، اس کی معافی نہیں اور جب تک نہیں..... جب تک وہ شخص

کا میاب ہے۔ ہر کام باہمی رضا مندی سے کریں۔ آپ لوگ برانہ منائے گا کچھ مردوں کی عادت ہوتی ہے وہ بیویوں کو اہمیت نہیں دیتے، ان سے مشورہ نہیں کرتے ان کی رائے کو گروا دیتے نہیں..... یہ غلط ہے اس سے گھروں میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ رشتے ٹوٹتے ہیں گھر برباد ہوتے ہیں۔ عورت، شوہر کا دل خدمت، اطاعت، وفا شکاری اور شکر گزاری سے جیتی ہے۔ وہ دوسروں کو دیکھ کر حرص میں مبتلا ہو کر اپنے شوہر کو غلط کام کی جانب راغب نہیں کرتی۔ اور مرد، عورت کا دل محبت سے اس کے جائز حقوق پورے کر کے اور اس کی عزت کر کے اس کا مان رکھ کر جیتتا ہے۔ ایک بات میں اکثر ٹوٹ کرتا ہوں دوستو..... کہ اکثر بیویاں گھر میں بناؤ سنگار سے نہیں رہتیں، عجیب لٹھ مار انداز ہوتا ہے لیکن باہر جاتے ہوئے سولہ سنگار کرتی ہیں۔ جبکہ آپ کا سنگار صرف اپنے شوہر کے لیے ہونا چاہیے۔ آکر میں یہیں پر اپنی آج کی گفتگو ختم کروں گا کہ آپ کسی بھی پریشانی میں مبتلا ہوں تو بس نماز کے ذریعے سکون کے دروازے کھولیں۔ بے شک اللہ کے ذکر میں ہی سکون سے عافیت ہے۔ خشوع و خضوع سے آہ و زاری سے مانگیے، وہ نوازتا ہے اور بہت عمدہ نوازتا ہے۔ اور ساتھ ہی آداب معاشرے کا خیال رکھیے آپ کی زندگی سنور جائے گی۔ اچھا سہیو اگلے ہفتے اسی وقت پھر اسی جگہ ملیں گے اور مجھے امید ہے کہ آپ سب ایک نئے انداز سے اپنے طرز عمل کا جائزہ لیں گے۔“ اب وہ زربل مسکرا رہے تھے۔

”کسی کو کئی مسئلہ ہو، کوئی سوال، کوئی الجھن ہو تو پلیز میرے آفس میں آ سکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ابھی میں کراچی میں ہی ہوں..... میرا دوسرا لیکچر اگلے ہفتے اسی جگہ پر ہی ہوگا۔“ صالح نے دوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ وہ کتنی گناہ گار تھی۔ کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔ کس، کس کا دل دکھایا تھا۔ اب خود کو سانس تھی۔ اس نے دل میں عہد کیا آئندہ کسی کا دل دکھانے

”ہمارے معاشرے میں آج کل طلاق کا گراف بڑھ رہا ہے۔ آخر کیوں.....؟ ہم اپنی ذمے داریاں نبھانے سے بھاگ رہے ہیں، ہم اصل شعور زندگی سے نا آشنا ہیں اس لیے کہ مادہ پرستی کی پٹی آنکھوں پر بندھنی ہوئی ہے۔ تعلیم تو بے ڈگریاں ہیں، پر شعور نہیں سمجھداری نہیں۔ اسی وجہ سے ان کی ازدواجی زندگی میں ٹھہراؤ نہیں..... سکون نہیں، خوشگواریت نہیں.....“

لیکچر اگرچہ طویل ہو رہا تھا مگر حاضرین دلچسپی سے سنے جا رہے تھے۔

”ہمیاں، بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں خاندانی نظام زندگی کو مربوط و مضبوط بنانے کے لیے ہے۔ اور آداب و فرائض زندگی کی اہمیت سے واقف ہوں۔ بیوی بہترین رفیق کار ہے شوہر کو چاہیے کہ اپنے تعلق میں ریا کاری، خود غرضی نہ رکھے۔ اس کے ساتھ خلوص سے بہترین زندگی گزارے۔ اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے ادھر ادھر خواہن سے تعلقات نہ رکھے۔ اس سے گھر کا ماحول خراب ہوتا ہے۔ بچوں پر بھی برا اثر ہوتا ہے۔ آپ اپنے بچوں کے لیے گڑھا خود کھود رہے ہوتے ہیں۔“

حسام نے طنزیہ نگاہ فصیح پر ڈالی۔

”بات ادھر ہی آجانی ہے کہ بہترین والدین ہی بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ عورت ہو یا مرد..... ہمیں بحیثیت مسلمان بہترین فرد بننا ہے۔ بہترین تعلیمات کے لیے ہمیں اسلامی اقدار، روایات، تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور یہی آگے بڑھانا ہے۔ آپ بیوی کے بھرپور حقوق ادا کریں۔ وہ خوش اسلوبی سے گھر چلائے گی۔“

”ہونہہ.....“ محسن نے سر جھٹکا۔ ”ہم کیا نہیں دیتا.....“

میں نہرہ کو ہر خوشی، پیسہ آرام اور جواب میں وہ خود غرض عورت پر میری ماں کا ادب نہیں کرتی۔“ وہ سوچ کر رہ گیا۔

”اسی طرح بحیثیت بیوی اس کے بھی فرائض ہیں۔ جو عورت اپنے شوہر کی عزت، مروت کا پاس رکھتی ہے اس کی خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتی شوہر کے معاملات زندگی میں اس کا معاون ہے تو وہ

کے بجائے دل جوئی کرے گی۔

اپنی شبانہ روز کی جدوجہد میں فکر معاش کے سلسلے میں مصروف ہو کر جن اسلامی اقدار و روایات کو اپنانا چاہیے اس سے کوسوں دور ہیں ان کے بارے میں کوئی فکر ہی نہیں کرتے تو پھر ہم اپنے بچوں کو کیا سکھائیں ہمیں کچھ نہیں معلوم تو..... تو کل کو ہمارے بچے بھی اسی طرح پریشان حال زندگی گزاریں گے۔“

”اک جھرجھری سے وجود میں بھرنے لگی۔“

”آخر زندگی کا مقصد کھانا پینا سونا جانا اور بچے پیدا کرنا تو نہیں کوئی ہم جانور ہیں یا شعور اور تعمیرِ سوچ سے عاری انسان۔“ سب خود احتسابی کے عمل سے گزر رہے تھے۔

”واضحیٰ جس نے صحیح معنوں میں اپنے مذہب کو پایا، سمجھ لیا اس نے زندگی کا راز پایا۔“

حاضرین محفل کی زندگی راگِ ٹرین کی شکل میں رک کر پڑی سے اتری اور دوسرے آئینہ میں داخل ہوئی اور پھر اک پرسکون سفر کی جانب گامزن ہوئی۔

بلاشبہ مذہب کی تعلیمات سے دوری نے انہیں بھٹکا دیا تھا اور یہ مذہب ہی ہے جو انہیں راہِ راست پر لارہا تھا۔

”بے شک باعمل زندگی میں مسرت اور خوشحالی ہے۔“ ڈاکٹر عبدالرحمن الوداعی جملے کہہ کر ڈاکس سے ہٹ گئے تھے۔

”چلو آؤ کرتے ہیں توبہ کے سجدے

بہت نفیسی ہے توجہ کے سجدے“

لینی اور ارسلہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

اصغر..... اندر ہی اندر شرمندہ ہوا وہ کتنی عجلت

بھرے انداز میں نماز پڑھتا تھا۔

اللہ..... اللہ..... اللہ..... فصیح کے دل میں شرمندگی

کے ساتھ، ساتھ اپنی خدمت گار بیوی کی محبت جاگ

اٹھی تھی۔ اب وہ تیزی سے سے گھر کی طرف گامزن

تھا۔ بشری کو بھی اپنے بھائی اور بھائی سے معافی مانگنے

کی جلدی تھی۔



دے گی..... نہیں وہ گھر نہیں چھوڑے گی..... گھر تو

بہترین پناہ گاہ ہوتے ہیں زمانے کے سرد گرم سے بچا

کر سمیٹ کر رکھتے ہیں۔ وہ نماز میں دل لگائے گی، صبر

شکر سے اچھے دنوں کا انتظار کرے گی بھلے طارق اسے

چھوڑ دیں۔ اللہ نے کچھ اچھا اس کے لیے بھی تو سوچ

کر رکھا ہو گا نا.....“ فضیلہ نے پورے یقین و اعتماد

سے سوچا ایک توانائی سی اندر بھر گئی..... پُر اعتماد

مسکراہٹ سے وہ اٹھی تھی۔

”میں، میں ضرور راہِ ہدایت بنوگی میں نے اپنی

زندگی سے فائدہ نہیں اٹھایا..... بے شعور زندگی

گزار..... میں ادارے کی تمام خواتین کو درس دوں

گی اپنی حفاظت کریں..... ان غیر مردوں کی محبت پر

اعتبار مت کریں سوائے بدنامی کے کچھ نہیں دیتی.....

یہ صرف لمحاتی لذت ہے اور اس کے بعد بے لذت

زندگی ہے۔“ اپنی تہی دامن زندگی کا احساس، والدین

کی ذلت کا احساس اسے خون آنسو لاتا تھا۔

لینی نے ارسلہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ زندگی

میں کاش..... کاش..... کاش بس کاش..... رہ گیا تھا۔

”میں اب ہر گز محسن سے نہیں لڑوں گی۔“ زہرہ

نے خود کو ملامت کی..... اور لڑ بھڑک کر کیا ملتا ہے محسن میرا

اتنا تو خیال رکھتے ہیں، جواب میں مجھے کس چیز کا غرور

ہے جو ان کا دل دکھائے رکھتی ہوں اگر انہیں کچھ

ہو جائے تو.....“ اس کا دل دہلا۔

”اللہ نہ کرے.....“ اس نے زیر لب کہا۔

ڈاکٹر عبدالرحمن کے لیکچر نے لینی آنکھوں کو کھول

دیا، کتنے لوگوں کو لائحہ عمل دے دیا تھا۔ بہترین زندگی

سنوارنے کا سبق دیا اور شعور دیا۔

”یہ اسلامی درس..... ایسے اخلاق سنوارنے

کے حوالے سے لیکچر ہماری زندگی میں بہت اہمیت

رکھتے ہیں، ہمیں ان کو سننا چاہیے، ان کی صحبتوں میں

بیٹھنا چاہیے، یہ ہماری ذہنی نشوونما کرتے ہیں۔“ حسام